حالی وشبلی کی فارسی غزلیں

نبیل مشتاق
لیکچرار اردو
گورنمنٹ ڈگری کالج کاہنہ نو، لاہور

PERSIAN GHAZALS OF HAALI AND SHIBLI

Nabeel Mushtaq
Lecturer in Urdu
Govt. Degree College Kahna Nau, Lahore

Abstract

Altaf Husain Haali is a great literary figure of the sub-continent. He mainly wrote in Urdu but he also excelled in Persian language. It is why he composed in Persian language too. Shibli No'mani was another great scholar who proved his literary mettle in multi genres. He was well versed in Arabic and Persian besides Urdu. Along Arabic and Urdu, he wrote in Persian as well. This article is an introductory study of Persian ghazals written by Haali and Shibli.

Keywords:

حالی،شبلی،سید سلیمان ندوی،فارسی، ہندوستان، اردو،غزلیں، لاہور، پٹنہ

حالی وشبلی شعری دنیا میں اپنی فارسی شاعری کے سبب کم ہی پہچان رکھتے ہیں۔ یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ حالی وشبلی نے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شاعری کے رنگ بکھیرے تھے۔ دنیائے ادب میں حالی کی اردو شاعری کے مقابلے میں ان کی فارسی اور عربی شاعری کو بہت کم پذیرائی ملی ہے۔ جبکہ شبلی کی اردو، فارسی اور عربی شاعری کا بھی تحقیقی وتنقیدی نکتہ نظر سے بہت کم ناقدین نے جائزہ پیش کیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حالی وشبلی کی تمام زبانوں کی شاعری کے اہم فنی وفکری پہلوؤں کو منظر عام پر لایا جائے۔ اس زمانے کے ہندوستان میں ایک طرف تو فارسی وعربی شعروادب کا رواج بتدریج کم ہو رہا تھا اور دوسری طرف اردو شعر وادب کا رواج بتدریج زیادہ ہو رہا تھا۔ ان دونوں شاعروں نے اس عہد کے زیر اثر اردو زبان کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی شعری تجربے کیے تھے۔ حالی وشبلی کی تاریخ ولادت میں کم وبیش بیس برس کا تفاوت تھا۔ لیکن دونوں شاعروں کے عہد میں ہندوستان کے شعروادب کا منظر نامہ تقریباً ایک جیسا ہی نظر آتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان کے سیاسی، سماجی، معاشی، مذہبی، تہذیبی، ثقافتی، اخلاقی اور تعلیمی منظرنامے پر بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی تھیں۔ لیکن ان جملہ تبدیلیوں کا کلاسیکی شعروادب پر کچھ خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ حالی وشبلی کی ولادت سے پہلے ہی ہندوستان میں فارسی کی جگہ اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ مل چکا تھا۔ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ ملنے کے بعد عربی وفارسی شعروادب کی بجائے اردو شعروادب کی تخلیق کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی تھی۔ شاعری کے کلاسیکی رجحانات، موضوعات اور اصناف میں بڑے پیمانے پر ترقیوں کا آغاز انجمن پنجاب کے مشاعروں سے ہوا تھا۔ حالی وشبلی نے ابتدائی زمانے میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی زبان میں بھی شاعری کی تھی۔ حالی وشبلی نے شاعری میں طبع آزمائی کے آغاز سے لے کر اپنی شاعری کے اختتام تک جن شعری اصناف میں طبع آزمائی کی تھی، ان میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، قطعہ، رباعی اور ترکیب بند جیسی اصناف شامل تھیں۔ حالی کی فارسی اور عربی شاعری میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، رباعی اور شبلی کی فارسی اور عربی شاعری میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، قطعہ اور ترکیب بند کی شعری اصناف ملتی ہیں۔ حالی نے اپنی فارسی اور عربی شاعری کا مجموعہ ''ضمیمہ اُردو کلیاتِ نظم حالی'' وفات سے کچھ عرصہ قبل اگست ۱۹۱۴ء میں شائع کیا تھا۔ اس مجموعے میں ان کی فارسی اور عربی شاعری کا مکمل انتخاب شامل ہے۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی نے ''تذکرۂ حالی'' میں حالی کی فارسی وعربی شاعری کے اس مجموعے کی ترتیب واشاعت کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''آخری عمر میں مولانا کی خواہش تھی کہ اپنا سارا منظوم کلام ایک جگہ جمع کر کے نہایت عمدہ اور خوشخط چھپوا دیں ... اس کے لیے پہلے تو اپنی ساری پراگندہ اور متفرق نظموں کو ایک جگہ جمع کیا ... پھر خیال آیا کہ اُردو کلیاتِ نظم سے پہلے جتنا فارسی اور عربی کلام ہے، وہ سب مرتب اور جمع ہو کر شائع ہو جانا چاہیے۔ اس پر آپ نے اردو کلام کی تدوین ملتوی کر کے فارسی اور عربی

کلیات کی طرف توجہ فرمائی ...مولانا کے عربی و فارسی کلام کا یہ مجموعہ مولانا کے انتقال سے چند ماہ پیشتر اگست ۱۹۱۴ء میں چھپ کر شائع ہو گیا تھا۔''(۱)

حالی کی تمام فارسی اور عربی شاعری اس مجموعے ''ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی'' میں شامل ہے۔حالی کی فارسی اور عربی شاعری کے اس مجموعے کو ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے ''کلیاتِ نظمِ حالی'' کی جلد دوم میں ضمیمہ کے طور پر بھی رکھا ہے۔حالی نے اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے میں زیادہ تر فارسی زبان میں شاعری کی تھی۔ان کی اس فارسی شاعری میں فارسی غزلوں کی تعداد تقریباً بیس ہے۔حالی کی یہ غزلیں کلاسیکی رجحانات، اسلوب اور موضوعات کی دلکش تصویر ہیں۔حالی کے مقابلے میں شبلی نے اپنی فارسی و عربی شاعری کا کوئی ایک مجموعہ بھی اپنی زندگی میں مرتب کر کے شائع نہیں کیا تھا۔شبلی کی فارسی شاعری کا کلیات تو ''کلیاتِ شبلی فارسی'' کے عنوان سے شبلی کی وفات کے بعد ان کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۹۲۵ء میں مرتب کر کے شائع کر دیا تھا۔لیکن ان کی عربی شاعری کو آج تک کسی مجموعہ یا کلیات کا حصہ نہیں بنایا جا سکا ہے۔شبلی کے فارسی کلیات کی اشاعت کے متعلق سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''ان کی وفات کے بعد ان کا پورا فارسی کلام کلیاتِ شبلی کے نام سے دارالمصنفین کی طرف سے طبع ہوا، ان میں ان کے قصائد، مراثی، غزلیات اور نظمیں ہیں۔''(۲)

شبلی کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی۔ان کی وفات کے کم و بیش گیارہ برس بعد ان کی فارسی شاعری کا کلیات ''کلیاتِ شبلی فارسی'' کے عنوان سے ۱۹۲۵ء میں منظر عام پر آ گیا تھا۔سید صباح الدین عبدالرحمٰن کا اس فارسی کلیات میں شامل شاعری کے متعلق ایسا دعویٰ کرنا کہ ''ان کی وفات کے بعد ان کا پورا فارسی کلام کلیاتِ شبلی کے نام سے دارالمصنفین کی طرف سے طبع ہوا'' حقیقت کا درجہ نہیں رکھتا ہے۔شبلی کے اس کلیات میں آغاز شاعری کے عہد کی فارسی شاعری شامل نہیں ہے۔سید صباح الدین عبدالرحمٰن، شبلی کی دستیاب فارسی شاعری کی بات کرتے، تو ان کا دعویٰ تسلیم کیے جانے کے قابل تھا۔اس شعری کلیات میں شبلی کی دستیاب فارسی شاعری تو درج ہے، مگر ان کے اولین دور کی فارسی شاعری غائب ہے۔شبلی ابتدائی دور کی شاعری اپنی ایک بیاض میں محفوظ رکھتے تھے جو شبلی کی زندگی ہی میں چوری ہو گئی تھی۔شبلی نے اپنے مکتوبات میں ابتدائی فارسی شاعری پر مشتمل شعری بیاض کے چوری ہونے کا واضح الفاظ میں ذکر بھی کیا ہے:

''میری بیاض کا قریباً آدھا حصہ چوری ہو گیا، نہایت افسوس ہے۔''(۳)

شبلی کی جو شعری بیاض چوری ہوئی تھی اس میں ایک بڑی تعداد فارسی غزلوں کی بھی تھی۔شبلی نے وہ غزلیں اعظم گڑھ اور اس کے گرد و نواح میں منعقد ہونے والے مشاعروں اور مجلسوں میں سنانے کے لیے لکھی تھیں۔یہ غزلیں شبلی کے ابتدائی دور کی غزلیں تھیں اور ان غزلوں کی مدد سے شبلی کی شاعری کے ابتدائی دور کی کڑیوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔شبلی کے دستیاب فارسی کلیات میں ''دیوانِ شبلی''، ''دستۂ گل''، ''بوئے گل'' اور

''برگ گل'' کاتمام کلام شامل ہے۔شبلی کے فارسی شعری مجموعوں ''دستۂ گل''،''بوئے گل'' اور''برگ گل''میں زیادہ تعداد غزلوں کی ہی ہے۔شبلی کی یہ غزلیں ۱۹۰۷ء سے لے کر ۱۹۱۴ کے دورانیے میں لکھی گئی تھیں۔ان غزلوں کو شبلی کی شاعری کے آخری دور کی تخلیق قرار دیا جاسکتا ہے۔شبلی نے اس زمانے میں کلاسیکی رنگ تغزل میں غزلیں کہی تھیں۔حالی وشبلی دونوں شاعروں کی فارسی غزلوں میں کلاسیکی رجحانات،موضوعات اور اسلوب کی جھلک نظر آتی ہے۔اگر حالی وشبلی کی فارسی غزلوں کو فکروفن کے اعتبار سے کلاسیکی عہد کی غزلوں کی بازیافت قرار دیا جائے تو کسی طرح بھی غلط نہ ہوگا۔حالی خود اپنی فارسی غزلوں کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جب کہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بندھے چلے آئے تھے،اسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں جن کو معدودے چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق پبلک میں پیش کرنے کے لائق نہیں سمجھتا تھا۔لیکن بعض احباب کے اصرار سے ان کو اس مجموعے میں شامل کرنے پر مجبور ہوا۔''(۴)

حالی نے اس زمانے میں فارسی غزلیں ہی اس رنگ اور آہنگ میں نہیں لکھی تھیں بلکہ ان کی اردو غزلوں کا بھی کچھ ایسا ہی رنگ اور آہنگ تھا۔حالی نے اپنی ان غزلوں میں روایتی موضوعات اور اسلوب کی پابندی کی تھی۔حالی کی شاعری اور غزلوں کے رجحانات،موضوعات اور اسلوب کی روش میں تبدیلی کا آغاز لاہور میں قیام کے زمانے (۱۸۶۹ـ۱۸۷۴ء) سے ہوا تھا۔حالی نے اس زمانے میں پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں نائب مترجم کی حیثیت سے مغربی شعروادب کا خاصا مطالعہ کیا تھا۔جس نے ان کے شعری نظریات اور خیالات میں انقلاب برپا کردیا تھا۔حالی انجمن پنجاب لاہور کے جدید مشاعروں میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔اس نے بھی ان کی غزل اور نظم کے کلاسیکی رویوں میں اہم تغیر برپا کیا تھا،پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو لاہور اور انجمن پنجاب لاہور کے اثرات نے حالی کو قدیم غزل اور قدیم نظم کے سانچے میں جدید رجحانات کو فروغ دینے پر مائل کیا تھا۔حالی نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں فارسی غزلیں کہنے کے علاوہ کبھی زندگی میں دوبارہ فارسی غزلیں نہیں لکھی تھیں۔حالی کے برعکس شبلی نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور اور آخری دور میں فارسی زبان میں غزلیں کہی تھیں۔حالی کے مقابلے میں شبلی کی فارسی شاعری اور غزلوں کی تعداد و مقدار بھی کہیں زیادہ ہے۔

حالی وشبلی کی فارسی غزلوں کا سب سے توانا اور خوبصورت رنگ،ان کا عشقیہ جذبات اور احساسات سے پُر ہونا ہے۔ان دونوں شاعروں نے کلاسیکی غزل کے صوتی آہنگ اور لہجے میں عشقیہ غزلیں لکھی ہیں۔حالی وشبلی کی فارسی غزلوں پر عشق وعاشقی،ہجرووصال اور غم جدائی کے گہرے بادل چھائے نظر آتے ہیں۔ان کی فارسی غزلوں کو پڑھ کر ایسا گمان غالب آتا ہے کہ ان دونوں نے غزلوں میں اپنی زندگی کے حقیقی اور سچے عشق کے

معرکے بیان کیے ہیں۔حالی وشبلی نے راہِ یار کی تمام قلبی وارداتوں اور عشقیہ جذبات کے سبھی رموز واوقاف کی ترجمانی اپنی فارسی غزلوں میں کردی ہے۔حالی وشبلی کی غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شوقی بدوستِ راھما داشتم چہ شد — دردی بہ از ھزار دوا داشتم چہ شد
عمریست دل بہ بندِ پیامِ وصال نیست — چشمی بہ رھگذار صبا داشتم چہ شد(۵)

بی سبب رنجی و گویی گلہ زیبا نبود — طاقتِ جورِ تو در حوصلہٴ ما نبود
سعی اگر نیست بجا ذوقِ طلب خود چہ کم است — رھرو آن بہ کہ زِ رفتار شکیبا نبود(۶)

دل نثارِ غمزہٴ غمازی بایست کرد — آنچہ آخر کردم از آغاز می بایست کرد
کارِ عشقِ خوبرویان تا مکرر شیوہ ایست — گرچہ صد رہ کردی بد می بایست کرد
در بدمستان اگر زاھد زبان بکشودہ بود — ھم دھان شیشہٴ می باز می بایست کرد
خودپرستی ھاترا ای دل بہ عشق آوازہ ساخت — پُرخطر کاری است با ما راز می بایست کرد(۷)

حالی وشبلی نے اپنی فارسی غزلوں میں ایک سچے عاشق کے دلی جذبات اور قلبی واردات کا نقشہ کھینچا ہے۔حالی وشبلی نے عاشق کے عشق میں مبتلا ہونے سے لے کر وصالِ محبوب تک کے واقعات اور جذبات کو دل موہ لینے والے انداز میں بیان کیا ہے۔حالی وشبلی کے نزدیک معرکہٴ عشق میں کامیابی حاصل کرنا کوئی آسان اور سہل کام نہیں ہے۔مردِ عشق کو منزلِ عشق تک رسائی کے لیے ہجر وفراق کے کٹھن مرحلوں اور اذیتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔عاشق کی زندگی میں قدم قدم پر عشق تلخ وشیریں قسم کے امتحان لیتا ہے۔عاشق کی نظر وقلب میں اس کا محبوب نرالا اور یکتا ہوتا ہے۔محبوب کی ادائیں طرح طرح سے دل ونظر پر وار کرتی ہیں۔محبوب کا وصل، عاشق کے مجروح جذبات کے لیے دوا اور علاج کا کام کرتا ہے۔عاشق کا دل، محبوب کے حسن، اداؤں اور جلوؤں کا شیدائی بن کر قیدی ہو جاتا ہے۔عاشق کا دل محبوب کے جلوؤں کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔عاشق، محبوب کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے در پے ہوتا ہے۔عاشق کے نزدیک دنیا وکائنات میں اس کے محبوب جیسا کوئی حسین اور خوبرو نہیں ہوتا ہے۔حالی کی فارسی غزل کے مزید اشعار ملاحظہ ہوں:

در گلستان بلبل و در انجمن پروانہ ام — من بھر جا محوِ نیرنگِ رُخِ جانانہ ام
محرمیت نیست دل را با ھزاران قربِ دوست — یار گرمِ آشنایی ھا و من بیگانہ ام(۸)

حالی نے بڑے دلکش اور مترنم انداز میں محبوب کے حسن وخوبصورتی کے قصیدے سنائے ہیں۔انھوں نے اپنے محبوب، بلبل کے محبوب اور پروانے کے محبوب کی حسن ورعنائی کو کسی بھی محفل یا بزم کی رونق، جان اور گرمی قرار دیا ہے۔محبوب کسی بھی محفل اور مجلس میں زندگی بخشنے اور جان ڈالنے کا انفرادی محرک ہوتا ہے۔عاشق کسی بھی محفل اور بزم میں محبوب کی قربت کا متلاشی ہوتا ہے۔وہ عاشق چاہے، ایک بلبل ہو یا پروانہ ہو یا ایک عام

انسان محبوب کا وصل اور قربت ہی اس کا اولین نصب العین ہوتا ہے۔ محبوب کے حسن کی ایک جھلک ہی کائنات کی تمام چیزوں کے حسن ورعنائی کو اُس کی آنکھوں کے سامنے ماند کر دیتی ہے۔ گل جیسے محبوب کے حسن، ادا اور خوبصورتی کے قصے بلبل کے نغموں کی صورت میں بھی نکلتے ہیں۔ حالی کو محبوب کی بے مہری وزیبائی بھی محبوب کی حسین ادا لگتی ہے۔ حالی کی کم وبیش سبھی فارسی غزلوں میں ایسے ہی عشقیہ مضامین کو جدت ادا، مترنم صوت اور شوخی ادا کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ایسے ہی مرقعوں کے ذریعے دلکش اور شوخ اسلوب کی تخلیق کا کام بھی لیا گیا ہے۔ حضرت مائل، حالی کی فارسی شاعری کے موضوعات اور اسلوب کے متعلق کچھ ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> ''چنانچہ کہن سال بزرگوں سے معلوم ہوا کہ مولانا فارسی کہتے تھے اور ایسی کہتے تھے کہ ارباب محفل سے دادِ سخن لیکر اُٹھتے تھے۔ اس زمانے میں ان کا تمام کلام عاشقانہ ہوتا تھا۔ فارسی کلام اُردو سے کہیں زیادہ شوخ ہوتا تھا جس کا سبب یہ ہے کہ فارسی کا اکثر وبیشتر حصۂ کلام غدر سے قبل کا ہے اور اُردو کلام زیادہ تر غدر کے بعد کا۔'' (۹)

حضرت مائل نے اپنے اس موقف میں حالی کی فارسی غزل کے متعلق تین چار باتیں بڑی اہم کہی ہیں۔ پہلی بات تو ہے کہ حالی نے اپنی فارسی غزلیں محفلوں اور مشاعروں میں بھی پڑھی تھیں۔ ان غزلوں کی وجہ سے انھیں مشاعروں میں دادِ سخن بھی ملتی تھی۔ حالی کی طرح شبلی بھی اپنی فارسی غزلیں مشاعروں اور مجلسوں میں پڑھا کرتے تھے اور خوب دادِ سخن سمیٹتے تھے۔ حالی، دہلی اور اس کے گرد ونواح کے مشاعروں اور مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ شبلی اعظم گڑھ اور اس کے گرد وپیش میں منعقد ہونے والے مشاعروں اور محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔ دوسری بات ہے کہ حالی کی اس زمانے کی تمام غزلیں عاشقانہ جذبات سے لبریز ہوتی تھیں۔
تیسری بات ہے کہ حالی کی اس زمانے کی اردو غزلیں، ان کی فارسی غزلوں کے مقابلے میں کم شوخ ہوتی تھیں۔ حالی کی فارسی غزلوں کا شوخ رنگ موضوعات اور اسلوب دونوں ایوانوں میں نظر آتا ہے۔ حالی کی فارسی غزلوں کے اسلوب میں دلکش، شگفتہ وشائستہ اور نادر ونایاب الفاظ ومحاورات، تشبیہات، استعارات اور تراکیب کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔ شبلی کی فارسی غزلوں میں بھی شوخ ورنگین موضوعات اور اسلوب کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ شبلی کی فارسی غزلوں کا شوخ رنگ، حالی کی فارسی غزلوں کے شوخ رنگ سے کہیں زیادہ گہرا اور گھنا ہے۔ شبلی کی فارسی غزلوں کے اسلوب میں، حالی کے اسلوب سے زیادہ دلکش، خوبصورت، نادر ونایاب اور شگفتہ وشائستہ الفاظ وتراکیب، تشبیہات، استعارات اور محاورات کا استعمال نظر آتا ہے۔ حالی وشبلی کی غزلوں کے اشعار دیکھیے:

یار باتست گرت جذبۂ گیرائی ھست ۔۔۔ یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائی ھست
می پسندی کہ ز بزمِ تو تجمل برخیزم ۔۔۔ بہ سخن گر نتوان آمدن ایمائی ھست (۱۰)

گر دم از مدحتِ شیراز و صفاهان زده ام　　　شرم بادم کہ نواھای پریشان زده ام
بمبئی بود مرا منزل مقصود و عبث　　　پیش ازین گام طلب در رہ حرمان زده ام (۱۱)

عارف از کشمکش رد و قبول آزاد است　　　یوسف آن نیست کہ در بند خریدار بماند
مژده گوید مقیمان در مَی کده را　　　کز جهان رفتم و از من مَی و زنار بماند (۱۲)

حالی وشبلی دونوں کی غزلوں کے ان اشعار میں دلکش، رنگین اور شگفتہ الفاظ وتراکیب، تشبیہات، استعارات اور محاورات کا استعمال تو ملتا ہے، لیکن شبلی کی فارسی غزلوں کے اسلوب میں زیادہ دلکشی اور شگفتگی کا احساس پایا جاتا ہے۔حضرت مائل کی چوتھی اور آخری بات ہے کہ حالی زمانہ غدر سے پہلے فارسی شاعری کرتے تھے۔اس حساب سے حالی کی فارسی غزلیں تحریکِ آزادی سے پہلے کی تخلیق ہیں۔جبکہ تحقیق کے مطابق شبلی کی تمام فارسی شاعری تحریکِ آزادی کے بعد کے زمانے کی تخلیق ہے۔شبلی کی ولادت ہی ۱۸۵۷ء میں ہوئی تھی اور انھوں نے شعر وسخن کی دنیا میں بہت بعد میں قدم رکھا تھا۔حالی کی تحریکِ آزادی سے قبل کی اردو اور فارسی غزلیں ان کی شوخ طبیعت اور جوانی کے جذبات کی عکاس ہیں۔حالی کی تحریکِ آزادی کے بعد کی اردو غزلوں میں شوخ رنگ نادر ونایاب ہوگیا تھا۔شبلی نے اپنی فارسی غزلوں میں کسی بھی لمحے شوخی، رنگینی اور رعنائی کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔ان کی آغاز شاعری اور آخری زمانے کی دستیاب اردو اور فارسی غزلیں اس کی بہترین مثال ہیں۔شبلی کی فارسی غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حُسن جان پرور روز بروز افزون بود　　　تا بجائی کہ اندازۂ گفتار گذشت
نہ ھمین دل کہ ھم از خویش نھان داشتہ ام　　　ماجرائی کہ میانِ من و آن یار گذشت (۱۳)

ابروان خنجر و گیسوی فروھشتہ کمند　　　ترک شوخی است ز میدان دغا می آید
بوی جانی کہ مشامِ دل و جان تازہ کند　　　می توان یافت کزان بندِ قبا می آید
ھر کجا می گذرد عطر فشان می گذرد　　　ھر نسیمی کہ ازانِ زلفِ دوتا می آید
آمد از دلِ ما صبر و سکونِ می طلبد　　　شاہ بنگر کہ بہ آئینِ گدا می آید(۱۴)

شبلی کی ان غزلوں میں شوخی، رنگینی اور دلکشی سے بھرپور خوبصورت مرقعے بکھرے پڑے ہیں۔ شبلی نے محبوب کے حسن ونزاکت اور گفتار وکردار کا سارا ماجرا ان فارسی غزلوں میں کہہ سنایا ہے۔محبوب اپنے حسن ونزاکت، ناز وادا اور گفتار وکردار کے ذریعے عاشق کے دل پر شدید قسم کے وار کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنے عشق کے جال میں قید کر لیتا ہے۔عاشق کے لیے ایسی قید اور گرفتاری مسلسل اذیت اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔شبلی نے اپنی فارسی غزلوں میں سراپا نگاری سے بھی خوب کام لیا ہے۔شبلی نے محبوب کے حسین سراپے کے

ایک ایک عضوکوحسن وخوبی کا تاج محل قرار دیا ہے۔شبلی نے ان غزلوں میں جس طرح محبوب کے خوبصورت خد وخال،قد وقامت اور چال ڈھال کی لفظی تصویریں پیش کی ہیں ان تصویروں سے شبلی کے محاکاتی انداز کی جھلک نظر آتی ہے۔حالی کی فارسی غزلوں میں محبوب کے سراپے کا ایسا بیان شاذو نادر ہی نظر آتا ہے۔حالی کی غزلوں میں محبوب کے حسن وزاکت،قد وقامت اور ناز وادا کا ذکر تو چھیڑا جاتا ہے،مگر محبوب کے سراپے کی ایسی تصویر کشی نہیں دکھائی دیتی ہے، جس طرح کی جھلک شبلی کی غزلوں میں نظر آتی ہے۔حالی،اس میدان میں شبلی کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔شبلی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اپنی غزلوں میں عشق کے ایسے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کی ہے،جس میں ان کے اپنے جذبات اور احساسات کا عکس نظر آتا ہے۔اسی وجہ سے شبلی کی غزلوں کا سب سے بڑا موضوع عشقیہ جذبات اور داخلی کیفیات کی ترجمانی پر مبنی ہے۔اس حوالے سے شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

> ’’شبلی کی فارسی غزلوں کو داخلی کیفیات اور عشقیہ جذبات کا غیر معمولی جشن اور اپنے پیش رووں کی شاعری پر جگہ جگہ تخلیقی حاشیہ آرائی کہنا چاہیے۔‘‘(۱۵)

شبلی کی فارسی غزلوں میں داخلی کیفیات اور عشقیہ جذبات کا گہرا رچاؤ ملتا ہے۔شبلی کی بہت سی فارسی غزلیں عشقیہ مضامین کی دلکش اور خوبصورت تصویریں ہیں۔شبلی کی غزلوں میں ایسے عشقیہ مضامین کی بھرمار انھیں اسلوب اور موضوعات کے اعتبار سے قدما اور متوسطین کی شاعری کے قریب لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔حالی بھی اپنی فارسی غزلوں کے اسلوب اور موضوعات کی وجہ سے شبلی کے ساتھ ہی چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے نظر آتے ہیں۔شبلی کی فارسی غزلوں کے موضوعات اور اسلوب میں تخیل اور محاکات کی جلوہ گری بھی نظر آتی ہے۔حالی کی فارسی غزلوں میں محاکات کا عنصر تو نہیں ہے البتہ ان کی فارسی غزلوں میں تخیلاتی عناصر کی بازگشت ضرور سنائی دیتی ہے۔حالی وشبلی دونوں نے تخیل کو شاعری کے لیے ضروری عنصر قرار دیا ہے۔شبلی کی فارسی غزلوں میں تخیل اور محاکات اور حالی کی فارسی غزلوں میں تخیل کے عناصر کی واضح جھلکیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔حالی وشبلی کی فارسی غزلوں کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

کمندِ جذبۂ دل در کمین است — خلاصِ یوسف از زندان ضرورست
بفرمائش دھم سر تا بدانند — کہ پاسِ خاطرِ یاران ضرورست
چہ می رفت از جھان می گفت حالی — قبولِ عشق را حرمان ضرورست(۱۶)

رفت از شھر بدان سان کہ بھاران ز چمن — آمدان گو نہ کہ در باغ صبا می آید
گویا یوسفِ گم گشتہ بہ کنعان آمد — یا نگارِ یمنی سوی سبا می آید
رفتنش گرچہ بکامِ دل احباب نبود — چون بیامد، بہ مرادِ دل ما می آید
خوی خوبش بہ ھمان لطف و صفا ھست کہ بود — ھم بدان قاعدۂ مہر و وفا می آید(۱۷)

حالی وشبلی کی فارسی غزلوں میں جذبات،احساسات اور خیالات کے بیان میں تخیل پردازی کے ذریعے غزلوں کے موضوعات اور اسلوب میں مزید کشش اور جان پیدا کرنے کی کوشش ملتی ہے۔شبلی کی فارسی غزلوں کے جو تین مجموعے''دستۂ گل''،''بوئے گل'' اور''برگ گل'' کے عنوانات سے منظر عام پر آئے تھے ان میں سے پہلے شعری مجموعہ''دستۂ گل'' کی غزلوں کے حوالے سے مختلف قسم کے قصّے گردش کرتے رہے ہیں۔شبلی کے شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی غزلوں کے متعلق سب سے عام قصہ یہ پایا جاتا ہے کہ شبلی نے یہ غزلیں بیگم عطیہ فیضی سے معاشقے سے وابستہ رنگین یادوں، قلبی جذبات اور دلی احساسات کے بیان میں لکھی ہیں۔شبلی کے اسی شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی غزلوں اوران کے مکتوبات کے مجموعے''خطوط شبلی'' کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر وحید قریشی نے''شبلی کی حیاتِ معاشقہ'' اور مولوی محمد امین زبیری نے''شبلی کی حیاتِ رنگین'' کے عنوان سے کتابیں بھی تحریر کی تھیں۔ڈاکٹر وحید قریشی اور مولوی محمد امین زبیری نے اپنی ان تصنیفات میں شبلی اور بیگم عطیہ فیضی کے درمیان معاشقے کے نقوش تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان تصنیفات میں بیان کردہ حالات وواقعات کے مطابق شبلی بیگم عطیہ فیضی سے تیسرے نکاح کا خواب دیکھ رہے تھے۔شیخ محمد اکرام کچھ یوں لکھتے ہیں:

> ''خطوط شبلی کے بعض اندراجات سے خیال ہوتا ہے کہ دستۂ گل کی بعض غزلیں اسی نشے کا اثر تھیں،جس نے خطوطِ شبلی کو ایک خُم کدہ بنا دیا ہے۔لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ اس مجموعے کی کوئی غزل کسی خاص لمحے کی یادگار ہے اور اس میں کسی واقعے کی طرف اشارہ ہے،آسان نہیں۔لیکن اس زمانے میں شبلی پر جو عام کیف ومستی چھائی ہوئی تھی،اس کا اندازہ دستۂ گل کے اشعار سے بخوبی ہوسکتا ہے۔'' (۱۸)

شیخ محمد اکرام نے شبلی کے بیگم عطیہ فیضی اور بیگم زہرا فیضی کے نام مکتوبات کے مجموعے''خطوط شبلی'' کو اس کے مندرجات کے اعتبار سے ایک''خُم کدہ'' سے تشبیہ دی ہے۔انھوں نے شبلی کے شعری مجموعے''دستۂ گل'' اور مکتوبات کے مجموعے''خطوط شبلی'' کے مندرجات کو ایک جیسے نشے اور کیف ومستی میں ڈوبا ہوا بھی قرار دیا ہے۔شبلی نے جس زمانے میں''دستۂ گل'' کی غزلیں لکھی تھیں،اس زمانے میں ان کا بمبئی اور جنجیرہ میں آنا جانا بھی کافی تھا اور وہاں اکثر بیگم عطیہ فیضی سے ملاقاتیں بھی رہتی تھیں۔شبلی نے''دستۂ گل'' کی غزلوں اور''خطوط شبلی'' کے مکتوبات میں بمبئی کی رنگین صحبتوں کا تواتر کے ساتھ ذکر بھی کیا ہے۔جن سے شبلی کے بیگم عطیہ فیضی کی طرف جذباتی رجحان کے اشارے ملتے ہیں۔شبلی نے ان مکتوبات میں بیگم عطیہ فیضی سے ایک دوست کی حیثیت سے گلے شکوے بھی کیے ہیں۔ان کے ایسے گلے شکووں سے ان کے جذباتی لگاؤ کا احساس شدید سے شدید تر ہو جاتا ہے۔شبلی نے اپنے اس شعری مجموعے''دستۂ گل'' کا عنوان بھی پہلے''بمبیات'' رکھنے کا سوچا تھا۔لیکن پھر شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی اشاعت سے قبل نہ جانے کس مصلحت کے تحت عنوان بدل دیا تھا۔بیگم عطیہ فیضی ان مکتوبات اور غزلوں کے متعلق لکھتی ہیں:

''ہم نے مولینا کے خطوں کو جو ہمارے نام آتے تھے، ہمیشہ معصومانہ روشنی میں دیکھا۔کیونکہ ان میں بظاہر کوئی ایسی بات نہ تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی کسی قسم کی بدگمانی کرتا یا کسی برائی کا احساس ہوتا ۔البتہ بعض میں شوخی ضرور ہوتی تھی، جو شاعرانہ طبیعت کا خاصہ ہے۔مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ رازواشارات اُن ہی جذبات پر مبنی تھے اور بعض نظموں میں بھی ان کو شاعری کے پردے پر ظاہر کرتے تھے۔''(۱۹)

بیگم عطیہ فیضی کے اس موقف کی روشنی میں دو باتیں تو بڑی صاف ہو جاتی ہیں ۔ایک یہ کہ شبلی نے اپنی زندگی میں بیگم عطیہ فیضی کے سامنے کبھی اعلانیہ اپنے دلی جذبات اور محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔شبلی کے دل و دماغ میں بیگم عطیہ فیضی کے حوالے سے جو کچھ بھی چل رہا تھا وہ سب کچھ ان کی اپنی ذات اور دل و دماغ تک محدود رہا تھا۔بیگم عطیہ فیضی ،شبلی کی زندگی میں اس سب کچھ سے مکمل لاعلم رہی تھیں اور وہ شبلی کی غزلوں اور مکتوبات کی شوخی کو شاعرانہ طبیعت کا خاصا سمجھتی رہی تھیں ۔دوسری بات یہ ہے کہ بیگم عطیہ فیضی نے شبلی کی وفات کے بعد شبلی کی غزلوں اور مکتوبات کی شوخی سے اپنے لیے شبلی کی دلی تڑپ اور محبت محسوس کر لی تھی ۔اسی وجہ سے انھیں شبلی کی غزلوں اور مکتوبات کی شوخی میں شاعرانہ طبیعت کی جھلک کے مقابلے میں شبلی کے دلی جذبات اور احساسات کا ادراک ہونے لگا تھا۔شبلی نے اپنے شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی غزلوں کو بھی بیگم عطیہ فیضی کی پہنچ سے دور رکھا تھا۔شبلی کی اس زمانے کی چند ایک فارسی غزلیں''خطوطِ شبلی'' کے وسیلہ سے تو بیگم عطیہ فیضی تک پہنچی تھی لیکن شبلی نے شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی اشاعت کے وقت بیگم عطیہ فیضی کو اس کا کوئی نسخہ نہیں بھیجا تھا۔اس حوالے سے سید شہاب الدین دسنوی رقم طراز ہیں:

''لیکن شبلی کا جو علمی،ادبی،دینی اور ملّی مقام تھا اس لحاظ سے ان کی شوخی اُن کے''پنجاہ سالہ چہرے پر نہیں کھلتی ہے''اس لیے انھوں نے خود بھی بعض خواتین کو دستۂ گل نذر کرنے سے اجتناب کیا اور نہ عطیہ کو اس کی کوئی جلد بھیجی۔'' (۲۰)

سید شہاب الدین دسنوی نے''دستۂ گل'' کی غزلوں میں شبلی کے شوخ اور رنگین خیالات کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ان کے نزدیک شبلی کے پچاس سالہ بوڑھے چہرے پر ان کی غزلوں کا شوخ رنگ نہیں سجتا تھا۔شبلی کو اپنے دل و دماغ میں اپنی علمی،ادبی،دینی اور ملّی خدمات کا احساس ضرور رکھنا چاہیے تھا۔شاید شبلی نے غزلوں کے اس شوخ اور جذباتی رنگ کے باعث''دستۂ گل'' کا نسخہ بیگم عطیہ فیضی کو بھیجنے سے اجتناب برتا تھا۔شبلی نے شاید اسی لیے''دستۂ گل'' بیگم عطیہ فیضی کو بھیجنے سے احتیاط برتی ہوگی کہ اس مجموعہ کی غزلوں کے ذریعے سے کہیں بیگم عطیہ فیضی پر ان کے دلی جذبات اور قلبی واردات کا انکشاف نہ ہو جائے۔شبلی کے شعری مجموعے''دستۂ گل'' کا نسخہ بیگم عطیہ فیضی کو ارسال نہ کرنے کا معاملہ جو کچھ بھی تھا لیکن اس شعری مجموعے''دستۂ گل'' کی غزلوں کے شدید جذباتی رنگ کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔شبلی جس زمانے میں بمبئی میں قیام پذیر تھے اور ان کی

گاہے بگاہے بیگم عطیہ فیضی سے ملاقاتیں بھی ہوا کرتی تھیں اس زمانے میں شبلی نے جو مکتوبات اپنے دوستوں اور احباب کے نام لکھے تھے، ان مکتوبات کے مندرجات میں بھی شبلی کے رنگین اور جذباتی خیالات کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ شبلی ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء میں مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام لکھتے ہیں:

''اب کی بمبئی میں عجیب رنگین صحبتیں رہیں، لیکن عین عالم لطف میں ندوہ کی ایک فوری ضرورت سے یہاں آنا پڑا، لیکن آنکھوں میں اب تک وہ تماشا پھر رہا ہے، خیر اس پر فخر کرتا ہوں کہ دل کی خوشی کو قوم اور مذہب پر نثار کر سکتا ہوں اور بے تکلف کر سکتا ہوں۔'' (۲۱)

شبلی نے اپنے اس مکتوب کے مندرجات میں بمبئی کی ''عجیب رنگین صحبتوں'' کا ذکر چھیڑا ہے۔ شبلی نے اعتراف بھی کیا ہے کہ وہ ان ''عجیب رنگین صحبتوں'' کی وجہ سے بمبئی کے قیام کو ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر دارالعلوم ندوۃ العلما کی ایک فوری ضرورت کے باعث انھیں اپنا بمبئی کا قیام ختم کرنا پڑا تھا۔ شبلی نے ''عجیب رنگین صحبتوں'' کے ذکر کے ساتھ ساتھ ''دل کی خوشی'' کی قربانی کا پُر جوش ذکر بھی کر دیا ہے۔ وہ ''عجیب رنگین صحبتیں'' اور ''دل کی خوشی'' کیا تھیں؟ اس زمانے میں شبلی اور بیگم عطیہ فیضی کی بمبئی میں ملاقاتیں بھی رہی تھیں۔ شبلی نے بیگم عطیہ فیضی کے ساتھ ان ملاقاتوں کو تو کہیں ''عجیب رنگین صحبتوں'' اور ''دل کی خوشی'' کے دائرے میں نہیں رکھا تھا؟ شبلی نے ان ہی رنگین صحبتوں کے سحر میں مبتلا ہو کر شوخ اور رنگین غزلیں تو نہیں کہی تھیں؟ شبلی ان غزلوں میں ایک حقیقی عاشق کا دم بھرتے کیوں نظر آتے ہیں؟ شبلی نے اس مکتوب میں جس عالمِ لطف کا نقشہ بار بار آنکھوں کے سامنے پھرنے کی بات دوہرائی ہے، کہیں وہ عالم لطف بیگم عطیہ فیضی سے ملاقاتوں کا عالم تو نہیں تھا؟ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

''شبلی اگر اپنا راز چھپاتے ہیں تو مصلحت کی بنا پر۔ وہ عوام سے ڈرتے تھے۔ اس لیے اول تو اردو میں عشقیہ شعر کہنے سے پرہیز کیا جو ایک آدھ نظم کہی اسے چھپنے نہ دیا۔ فارسی میں انہوں نے حال دل کہہ ڈالا کہ خواص تک محدود تھی۔'' (۲۲)

ڈاکٹر وحید قریشی کی نظر میں شبلی نے بیگم عطیہ فیضی سے محبت و الفت کے جذبات کو راز رکھا تھا اور اس راز کا سبب عوام کا خوف اور مصلحت تھی۔ شبلی کو اس حقیقت کا شدت کے ساتھ احساس تھا کہ ہندوستان میں ان کی شہرت ایک مذہبی عالم کے طور پر ہے۔ ان کی معمولی سی غلطی بھی ان کی تمام شہرت، عزت اور وقار کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے نزدیک اسی ڈر اور خوف کے تحت شبلی نے اردو شاعری میں ایسے جذباتی خیالات اور احساسات کو شعری قالب میں ڈھالنے سے پرہیز کیا تھا۔ شبلی نے ایسے جذبات، خواہشات اور آرزوؤں کی ترجمانی کے لیے فارسی غزل کو برتا تھا۔ حالی نے شبلی کے شعری مجموعے ''دستۂ گل'' کی غزلوں کو ان کے شدید جذباتی رنگ، آہنگ اور شوخ انداز کے سبب ''شراب دو آتشہ'' سے تعبیر کیا تھا اور اس کے بعد اپنی فارسی غزلوں کی اشاعت سے گریز برتا تھا۔ شبلی کے شعری مجموعے ''دستۂ گل'' کی غزلوں کے چند اشعار دیکھیے:

شب وصلی از و باآن درازی آرزو دارم　　که یک یک برشمارم حلقه ھای زلف پیچان را
غلط سازد شمار بوسہ وانگہ ز سر گیرد　　نگہ دارد خدا از چشم بد آن طفل نادان را
دل ھنگامۂ جو خمیازہ بر خمیازہ می ریزد　　بکارش نامزد فرما نگاہِ فتنہ سامان را(۴۳)

آن شدای دوست کہ در ندوہ بہ بنی بازم　　کہ دم از صحبت آن دشمن ایمان زدہ ام
ھان وھان دست بدارید ز من ای احباب　　کہ بہ زیبا صنمی دست و پیمان زدہ ام
ھر یک از فتنہ گرانِ غرب وھند وعراق　　یم حسن است و منِ دل زدہ طوفان زدہ ام(۴۴)

حالی نے ''دستۂ گل'' کی غزلوں کو''شراب دوآتشہ'' کا نام ٹھیک ہی دیا تھا۔شبلی کی غزلوں میں شدید جذباتیت اورجنسیت سے بھرپورخیالات کا اظہار بھی ملتا ہے۔شبلی نے ان غزلوں میں محبوب کے وصل سے شروع ہوکرمحبوب کے لمس تک کے جذبات کو چھیڑا ہے۔شبلی محبوب کے حسن اور لمس سے لطف اندوز ہونے کومعیوب نہیں سمجھتے ہیں۔شبلی کی غزلوں میں شدید ہیجانی اورجذباتی کیفیت پائی جاتی ہے۔شبلی کے نزدیک محبوب کی قربت، صحبت اور دیدار ہی عاشق کے دل کے ہنگامے کوسکون عطا کرسکتے ہیں۔محبوب اوردوست کا وصل ہی عاشق کے دل کی بےچینی وبےقراری کوختم کرسکتا ہے۔ان غزلوں کوپڑھ کرایسا لگتا ہے کہ جیسے بمبئی میں قیام کے زمانے میں شبلی کی اپنی دلی کیفیت اورجذباتی حالت ایسی ہی تھی۔شبلی کواگر اپنے مذہبی رتبے اوردارالعلوم ندوۃ العلما سے وابستگی کا ڈر اورخوف نہ ہوتا تو شاید وہ اس سے زیادہ گرمی اور جوش بھی دکھا سکتے تھے۔حالی کی فارسی غزلوں میں شبلی کی فارسی غزلوں کی طرح گرمیِ جذبات، جوش وجذبات اورجنسی وہیجانی کیفیات کی ایسی خاصیت نہیں پائی جاتی ہے۔شبلی کی زندگی کے برعکس حالی کی ساری زندگی میں عشق وعاشقی سے متعلق ایسے کسی واقعے کی کوئی کہانی یاقصہ نہیں ملتا ہے۔حالی کی زندگی کے بارے میں تمام محققین اورناقدین کا اتفاق ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی معاشقے میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔وہ اپنی غزلوں میں دکھاوے کے عاشق ضرور بنے تھے۔حالی خوداعتراف کرتے ہیں:

''باغ جوانی کی بہار اگرچہ قابل دید تھی مگر دنیا کی مکروہات سے دم لینے کی فرصت نہ ملی،خود آرائی کا خیال آیا،نہ عشق وجوانی کی ہوا لگی۔نہ وصل کی لذت اٹھائی،نہ فراق کا مزا چکھا...البتہ شاعری کی بدولت جھوٹا عاشق بننا پڑا۔ایک خیالی معشوق کی چاہ میں برسوں دشتِ جنوں کی وہ خاک اڑائی کہ قیس وفرہاد کوگرد کردیا۔''(۴۵)

حالی کی زندگی بچپن ہی سے مصائب اورمشکلات کا شکار رہی تھی۔وہ آٹھ نوبرس کی عمر میں اپنے والد خواجہ ایزد بخش کے سایہ سے محروم ہوگئے تھے۔والد کی وفات کے بعد بڑے بھائی خواجہ امداد حسین نے ان کی پرورش اوردیکھ بھال کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ان کے بھائی خواجہ امداد حسین نے سترہ برس کی عمر ہی میں حالی کی شادی اسلام النسا بیگم سے کردی تھی۔اس طرح وہ جوانی میں وصل وفراق کی لذتیں اورمزے اُٹھانے سے محروم رہ

گئے تھے۔حالی جوانی میں معاشقے لڑاتے یا خانگی ذمہ داریاں نبھاتے؟فیصلہ کرنا آسان ہے۔ایسی صورتحال میں حالی عشق و عاشقی کے دھندوں میں کیسے پڑ سکتے تھے۔حالی نے جھوٹا عاشق بن کر اپنی غزلوں میں ہجر و تنہائی اور وصل و فراق کے جذبات کی جیسی تصویریں پیش کی ہیں،انھیں دیکھ کر ذرا بھی گمان نہیں ہوتا کہ وہ زندگی میں کبھی بھی عشق کے تجربے سے نہیں گزرے ہوں گے۔حالی کی غزلوں کے اشعار دیکھیے:

جان داروی عشاق و بکامِ دلِ اغیار عمرِ ابد ما و نصیب دگرانند
صد حرف غلط گفتہ بخاطر بنشانند صد تیر خطا کردہ ز دل در گزرانند(۲۶)

———

ترا شایان بود خوبی کہ بی مہری و محبوبی ترا زیبد دل آرائی کہ بدخوئی و زیبائی
تو چشم و گوش نکشائی و شد بھر تو ارزانی بگلشن چہرہ آرائی بہ بلبل نغمہ پیرائی(۲۷)

حالی نے جس قسم کے خیالات کا جس انداز میں،جس لے میں اور جس صوتی آہنگ میں رنگ جمایا ہے،جس طرح محبوب کے چہرے کی خوبصورتی اور حسن کے مرقعے پیش کیے ہیں،جس قسم کے دلی جذبات، خواہشات اور آرزوؤں کی ترجمانی اپنی غزلوں میں کردی ہے،جس طرح سے محبوب کے ناز و ادا اور بے مہری و بے نیازی کا نقشہ کھینچا ہے،ایسا ایک کلاسیکی شاعر ہی کرسکتا تھا۔حالی اپنی ایسی ہی غزلوں کے لہجے،انداز اور صوتی آہنگ کی روشنی میں کلاسیکی شاعر قرار دیے جاسکتے ہیں۔وہ الگ بات ہے کہ حالی نے بعد میں کلاسیکی غزل کی روایت سے اپنا ناطہ توڑلیا تھا۔مگر ایسی غزلیں ان کے کلاسیکی رنگ کی گواہ ہیں۔شبلی کی غزلوں میں بھی کلاسیکی صوتی آہنگ اور لب و لہجے کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔حالی و شبلی دونوں کی غزلوں میں کلاسیکی لب و لہجے اور صوتی آہنگ کی جھلک نظر آتی ہے۔

حالی و شبلی کی غزلوں میں نشاطیہ لہجے اور آہنگ کے خوبصورت رنگ بھی بکھرے ہوئے ہیں اور یاسیت اور غم سے بھرپور فضا بھی قائم ہے۔حالی و شبلی کی غزلوں میں محبوب سے جدائی کا غم اور بچھڑنے کا کرب بھی موجود ہے۔حالی و شبلی نے محبوب کے وصل کے دلکش نغمے سنانے کے ساتھ ساتھ محبوب کے ہجر و فراق کے نوحے بھی پڑھے ہیں۔حالی و شبلی دونوں محبوب کی طرف سے دیے دکھوں اور غموں کے باعث زندگی سے بیزار،نڈھال اور پریشان دکھائی پڑتے ہیں۔شبلی کے شعری مجموعوں "بوئے گل" اور "برگ گل" کی غزلوں میں غم کے آثار تواتر کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔حالی و شبلی کی غزلوں کے اشعار ملاحظہ ہوں:

نومید مکن ورنہ محال است کہ کس را یارای غمِ حوصلہ فرسای تو باشد
یارای صوابت چہ کنم رای جہان را ای رای جہان در گروِ رای تو باشد(۲۸)

———

زبسکہ از ہمہ سو در کشاکش افتادہ ست خدنگ ناز ز دل تا جگر نمی آید

فراق و هجر و یار خوشی بود کر درو   پس از گذشتن شب هم سحر نمی آید
دل اُز بدست تو افتد نثار خوبان کن   کہ این متاع بکارو گر نمی آید
بہ جان سپردن من ویرا گر بود این است   کہ یار زود تر از زود تر نمی آید(۲۹)

حالی وشبلی کی ان غزلوں میں ہجر وفراق، یاسیت، مایوسی، ناامیدی اور درد وغم کے ملے جلے جذبات اوراحساسات کی ترجمانی بھی ملتی ہے۔محبوب کی بے پروائی، بے مہری اور بے رخی عاشق کی زندگی میں ہجر وفراق، مایوسی اور نا امیدی کا باعث ہے۔عاشق محبوب کی بے نیازی اور بے مروتی پر آنسو بہاتا ہے۔حالی وشبلی دونوں نے اپنے اپنے انداز میں محبوب کی بے نیازی اور بے پروائی کے قصے بیان کیے ہیں اور محبوب کے اس انداز پر غم کے آنسو بہائے ہیں۔حالی وشبلی کی کئی غزلیں مایوسی، رنج والم اور یاسیت کے جذبات کی عکاس ہیں۔حالی وشبلی کا محبوب بہت بے مروت اور لاپرواہ دکھائی دیتا ہے۔حالی وشبلی کی غزلوں کے مزید اشعار دیکھیے:

تاب و تپ صد شعلۂ و بیتابی صد برق   ریزند در آن دل کہ تمنای تو باشد
بہ مرگ نہم کہ علاج دلِ بیمار   شرط ست کہ از لعلِ دل آسای تو باشد (۳۰)

ممنون شبک پای مرگم کہ شب ھجر   از صبح دمیدن قدری پیشتر آمد
اوجِ قد و بالای دل افروز تو نازم   کاب دم شمشیر ترا تا کمر آمد
تر دتی آن غمزۂ چالاک توان دید   تیری کہ بزد تیر دیگر بہ اثر آمد(۳۱)

حالی وشبلی کی ان غزلوں میں رقابت اور حسد ورشک کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔حالی وشبلی کی غزلوں کا عاشق اپنے محبوب کو رقیبوں اور اغیار کی محفل اور مجلس میں دیکھتا ہے،تو شدید جذباتی صدمے سے دوچار ہوتا ہے،جو شاعری کی عام روایت رہی ہے۔حالی وشبلی کی بیشتر فارسی غزلوں میں مختصر بحور وزحافات کا عام استعمال ملتا ہے۔حالی وشبلی کی غزلوں کی ایک خاص بات ان کا مترنم،موسیقیت اور غنائیت میں ڈوبا ہوا دلکش اور خوبصورت صوتی آہنگ ہے۔ان دونوں شاعروں نے اس دلکش اور خوبصورت صوتی آہنگ کی تخلیق میں مختلف بحور واوزان،خوبصورت اور دلکش الفاظ وتراکیب،تشبیہات اور استعارات کے استعمال سے زیادہ مدد لی ہے۔حالی وشبلی کی غزلوں میں واعظ وساقی ہر مستی،رندی ورعنائی اور نیکی وبدی کے جذبات سے مزین خیالات اوراحساسات کی تصویر کشی بھی ملتی ہے۔عاشق جب ہر طرف سے مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے،تو اسے واعظ کی نصیحت بھری باتیں یاد آتی ہیں۔اس کے دل میں نیکی وبدی کا فرق بھی واضح ہونے لگتا ہے۔وہ عاشق کسی نہ کسی بہانے محبوب کی یادوں سے جان چھڑانے کے راستے ڈھونڈنے لگتا ہے۔حالی وشبلی کی غزلوں میں بھی ایسے اشعار ملتے ہیں،جن میں عاشق کی ایسی کیفیت کی ترجمانی ملتی ہے۔ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

مَی دردِ رشکِ عدو پردۂ طاقت ورنہ   غمِ عشق تو چنیں حوصلہ فرسا نبود

مجلسِ وعظ ملامت گہ و ما غمزدگان   کم نشینیم بہ بزمی کہ مدارا نبود(۳۲)

ساغر بادہ و طرف چمن و لالہ رُخی   چون بہ اسحاقندم کار بفرما چہ کنم
دل متاعی ست گران مایہ بہ کس نتوان داد   رایگان گر بہ نگاری بدھم یا چہ کنم(۳۳)

زاھد شراب ناب جز انگور و آب نیست   رم خوردن تو این ھمہ ز انگور و آب چیست
می را بقدر حوصلۂ مردمی دھند   با دشمن این ھمہ کرم بی حساب چیست (۳۴)

حالی کی غزلوں میں واعظ اور شیخ کے وعظ و نصیحت سے عاشق کے فیض یاب ہونے کی باتیں بہت ملتی ہیں ۔شبلی کی غزلوں میں ساقی و ساغر سے دل کی بیماری کا علاج کروانے کی باتیں زیادہ پائی جاتی ہیں ۔شبلی کی غزلوں میں شراب نوشی، ساغر و ساقی اور رندی و مستی سے وابستہ جذبات کا بار بار ذکر آیا ہے ۔شبلی کی غزلوں میں شراب و ساغر اور رندی و مستی کے جذبات نے شبلی کی مذہبی شخصیت کو نقصان پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے ۔شبلی کی فارسی غزلوں کو پڑھ کر ایسا گمان نہیں ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مذہبی عالم کی تخلیق ہیں ۔ان غزلوں کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے شراب و مستی کے نشے میں دُھت کسی شاعر نے اپنے رنگین خیالات کو غزلوں کا لبادہ اُوڑھادیا ہے ۔حالی کی غزلوں میں اس قسم کے جذبات کے اظہار کی کمی ہے ۔حالی و شبلی کی چند غزلوں کے اشعار دیکھیے:

تنہائی و رنجوری ، وانگہ غمِ مہجوری   ای مشکلِ من بکشا ، ای مردم آسان شو
شوخی ست کہ نگذارد بر ملت خود کس را   ای شیخ ز دین برگرد، ای گبر مسلمان شو(۳۵)

من بدانم کہ کنار از ھمہ عالم گیرم   گر مرا یک صنمی شوخ در آغوش را
کام دل خواھی از ان تو بر خو کردہ بہ شرم   باش تا یک دو سہ ساغر زدہ مدھوش را
عاشق آن نیست کہ ھنگام تقاضای وصال   مُھرش از بوسہ زنی بر لب و خاموش را(۳۶)

کس چہ داند کہ بہ خلوت گہ آن ماہِ تمام   زدہ ام ساغر و بر یادِ حریفان زدہ ام
جای آنست کہ گلشن و مہ از کنج لبم   بوسہ ھا بسکہ بر آن عارض خندان زدہ ام
صد چمن لالہ و گل جو شدم از جیب و بغل   قرعۂ فالِ ھم آغوشی جانان زدہ ام
صد دکان لعل و گھر چیدہ ام از گفتارش   طعنہ بر بی سروسامانی عمان زدہ ام(۳۷)

حالی کی غزلوں میں ایک عاشق کا حالتِ تنہائی ،مہجوری اور مجبوری میں واعظ و شیخ کو یاد کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے، جو ایک عام مسلمان کا عقیدہ بھی ہے ۔شبلی کی فارسی غزلوں کا عاشق ،محبوب کی قربت ،وصال،

خلوت وتنہائی ،بوسہ زنی ،آغوشی اور مدہوشی کی جذباتی اور جنسی کیفیت سے دوچار دکھائی دیتا ہے۔شبلی کو اپنی غزلوں میں زیادہ تر محبوب کے حسین جلوے،ساغرو مینا کا نشہ اور رنگین صحبتیں ہی یاد رہی ہیں ۔ان کی غزلوں کا عاشق ایک طرف محبوب کے وصال کا متلاشی ہے،تو دوسری طرف یہ عاشق وصال میں جنسی جذبات کی تسکین کا قائل بھی ہے ۔حالی کی غزلوں کا عاشق محبوب کے وصل کے علاوہ اور کسی چیز کا طالب دکھائی نہیں دیتا ہے۔شبلی کی غزلوں کا محبوب شوخ اور ناز وادا سے بھرپور شخصیت کا حامل ہے۔شبلی کی غزلوں میں ایسے ہی مضامین نے ان کی غزلوں کے رنگ کو شوخ ،بے باک اورآزادخیالات کا حامل بنادیا ہے۔شبلی کی غزلوں کے متعلق ڈاکٹر وحیدقریشی لکھتے ہیں:

”علامہ شبلی کے اشعار کا مطالعہ کرتے وقت ہم ایک الجھن سے دوچار ہو جاتے ہیں ۔اشعار کی جنسی نوعیت کے علاوہ ان کے ہاں بار بار شراب اور ساغر کا ذکر آتا ہے ۔شراب محض مل بیٹھنے اور باتیں کرنے تک محدود تھی ۔لیکن ساغرزدن کہیں کہیں دوقدم آگے چلتا نظر آتا ہے ۔“(۳۸)

ڈاکٹر وحیدقریشی نے شبلی کی فارسی غزل کے متعلق اپنے موقف میں جن دوباتوں کا ذکر کیا ہے،ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ شبلی کی غزلوں میں جنسی نوعیت کے حامل اشعار بھی ملتے ہیں ۔شبلی کی غزلوں کے اشعار ڈاکٹر وحیدقریشی کے موقف کو درست ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں ۔دوسری بات یہ ہے کہ شبلی کی غزلوں میں شراب وساغر کا جو بار بار ذکر آتا ہے،وہ حدود وقیود سے متجاوز ہوتا ہے ۔شبلی کی فارسی غزلوں کی روشنی میں ڈاکٹر وحیدقریشی کی دوسری بات میں بھی حقیقت کا وزن دکھائی دیتا ہے۔شبلی کی فارسی غزلوں کو اگر اس زمانے کا کوئی مولوی پڑھ لیتا تو ان پر کفر کا فتویٰ لگنے کا ڈر تھا۔شاید شبلی کی فارسی غزلیں اس زمانے کے علما کی نظر سے نہیں گزری تھیں ورنہ شبلی کے مذہبی مخالفین،ان کی فارسی غزلوں کے حوالے سے ان کی شہرت اور عزت پر حملے کیے بنا نہیں رہ سکتے تھے ۔شبلی نے اپنی فارسی غزلوں میں جو رنگ اختیار کیا ہے،اس رنگ کو شبلی شاعر کے رنگ کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے ۔شبلی مذہبی عالم ہونے کے علاوہ فارسی کے اچھے شاعر بھی تھے۔شبلی کو ہندوستان میں ان کی فارسی غزلوں کی فنی وفکری خصوصیات کے باعث مرزا غالب کے بعد فارسی زبان میں غزل کا دوسرا بڑا ہندوستانی شاعر مانا جاتا ہے ۔ڈاکٹر محمد سلیم لکھتے ہیں:

”فارسی غزل میں مولانا کا درجہ بہت بلند ہے ۔غالب کے بعد اور اقبال سے پہلے،ہندوستان میں فارسی کے دو بہت اچھے شاعر ہوتے ہیں اور وہ ہیں مولانا شبلی اور مولانا گرامی ۔“(۳۹)

شبلی کی فارسی غزلوں اور ہندوستان میں فارسی غزل کی روایت کو مدنظر رکھ کر بلا شبہ شبلی کو غالب کے بعد دوسرا بڑا فارسی غزل گو شاعر قرار دیا جا سکتا ہے ۔حالی کی فارسی غزلوں کو اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہونا بہت مشکل بات ہے ۔ایسے بھی حالی نے فارسی زبان میں غزلیں منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے لکھی تھیں ۔انھوں

نے باقاعدگی کے ساتھ فارسی زبان میں غزل گوئی کو اپنی ادبی زندگی کا حصہ نہیں بنایا تھا۔انھوں نے یہ غزلیں اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے میں لکھی تھیں ۔حالی نے اس دور کے بعد فارسی غزل کو چھوڑ کر اردو غزل اور شاعری کو اپنا اُوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔حالی کے مقابلے میں شبلی نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور اور آخری دور میں فارسی غزل گوئی کو خاص اہمیت دی تھی ۔ان کا فارسی غزل کے ساتھ بڑا توانا اور مضبوط تعلق تھا۔اس بات میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ فارسی غزل کے میدان میں شبلی، حالی سے بڑے شاعر ہیں ۔لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے کہ حالی وشبلی کی فارسی غزلوں نے ہندوستان میں فارسی غزل کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ حالی وشبلی صرف اردو کے اچھے شاعر ہی نہیں تھے بلکہ فارسی کے اچھے شاعر بھی تھے۔حالی وشبلی کی فارسی غزلیں اس بات کی شاہد ہیں ۔

☆☆☆☆☆

حواشی اور حوالے

(۱) اسماعیل پانی پتی، شیخ محمد، تذکرۂ حالی ، ترتیب وتدوین، خان شجاعت عمر خاں، لاہور: شجاعت پبلی کیشنز، س ۔ن، ص ۵۹

(۲) صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، اعظم گڑھ (ہند): دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۸ء، ص ۶۴

(۳) شبلی نعمانی، مولانا، مکاتیب شبلی ، حصہ اول، مرتبہ، سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ: مطبع معارف، طبع چہارم، ۱۹۶۶ء، ص ۸۴

(۴) حالی، مولانا خواجہ الطاف حسین، کلیاتِ نظم حالی ، جلد دوم، مرتبہ، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۷۰ء، ص ۳۵۶

(۵) حالی، مولانا خواجہ الطاف حسین، ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ، دہلی: تحفۂ ہند، ۱۳۳۲ھ، ص ۱۳، حالی وشبلی کی تمام فارسی غزلوں کے اشعار کو جدید شعری اسلوب کے عین مطابق لکھا گیا ہے ۔

(۶) ایضاً، ص ۱۴

(۷) شبلی نعمانی، مولانا، کلیاتِ شبلی فارسی ، مرتبہ، سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ: مطبع معارف، س ۔ن، ص ۹۶

(۸) حالی، مولانا خواجہ الطاف حسین، کلیاتِ نظم حالی ، جلد دوم، ص ۳۷۰

(۹) حضرت مائل، مولانا حالی کا فارسی کلام ، مضمون مشمولہ، مشاہیر ادب اردو، حصہ دوم، مرتبہ، عابد رضا بیدار، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، س ۔ن، ص ۴۲

(۱۰) حالی، مولانا خواجہ الطاف حسین، ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ، ص ۸

(۱۱) شبلی نعمانی، مولانا، کلیاتِ شبلی فارسی ، ص ۶۸

(۱۲) ایضاً، ص ۸۵ (۱۳) ایضاً، ص ۹۹ (۱۴) ایضاً، ص ۸۸

(۱۵) شمس الرحمٰن فاروقی ،شبلی کی فارسی غزل ،مضمون مشمولہ ،صحیفہ شبلی نمبر(لاہور)، مدیر، افضل حق قرشی وتحسین فراقی ،۲۰۱۴ء،ص ۳۴۴
(۱۶) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین، ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ،ص ۹
(۱۷) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۸۸
(۱۸) اکرام ،شیخ محمد، کچھ شبلی کی غزلوں کے بارے میں ،مضمون مشمولہ ،غزلیات شبلی ،مرتبہ ، عابد رضا بیدار، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء،ص ۱۱
(۱۹) عطیہ بیگم مولناشبلی اورخاندانِ فیضی ،ضمیمہ ،شبلی نامہ ،شیخ محمد اکرام ،بمبئی: تاج آفس ،س۔ن ،ص ۲۷۳
(۲۰) شہاب الدین دسنوی ،سید ،شبلی (معاندانہ تنقید کی روشنی میں)، دہلی: انجمن ترقی ہند ،۱۹۸۷ء،ص ۱۱۰
(۲۱) شبلی نعمانی ،مولانا ، مکاتیب شبلی ،حصہ اول ،مرتبہ ،سید سلیمان ندوی ،اعظم گڑھ: مطبع معارف ،طبع چہارم ، ۱۹۶۶ء،ص ۱۷۰
(۲۲) وحید قریشی ،ڈاکٹر ،شبلی کی حیات معاشقہ ،مرتبہ ،عرفان احمد خان ،لاہور: فکشن ہاؤس ، س۔ن ،ص ۵۲
(۲۳) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۷۶ (۲۴) ایضاً ،ص ۶۹
(۲۵) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین ،دیباچہ مسدس مدوجزر اسلام ،مشمولہ ،کلیاتِ نظم حالی ،جلد اول ،مرتبہ ، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ،لاہور: مجلس ترقی ادب ،طبع اول ۱۹۶۸ء،ص ۲۱
(۲۶) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین، ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ،ص ۱۱
(۲۷) ایضاً ،ص ۱۶ (۲۸) ایضاً ،ص ۱۲
(۲۹) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۹۱
(۳۰) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین، ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ،ص ۱۲
(۳۱) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۸۳
(۳۲) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین ،ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ،ص ۱۱
(۳۳) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۷۰ (۳۴) ایضاً ،ص ۷۶
(۳۵) حالی ،مولانا خواجہ الطاف حسین ،ضمیمۂ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی ،ص ۱۵
(۳۶) شبلی نعمانی ،مولانا ، کلیاتِ شبلی فارسی ،ص ۷۷ (۳۷) ایضاً ،ص ۶۹
(۳۸) وحید قریشی ،ڈاکٹر ،شبلی کی حیات معاشقہ ،ص ۴۲
(۳۹) سلیم ،ڈاکٹر محمد ،شبلی نعمانی حیات وتصانیف ،لاہور: مجلس ترقی ادب ،۲۰۱۵ء،ص ۱۹۷